مرقعِ لکھنؤ: نثری کتب کے آئینے میں

ڈاکٹر گلشن طارق

Dr. Gulshan Tariq

Dean of Languages,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

The contributing part of Udh in construction and development of Urdu is even ancient from Delhi. The civilization from Yadiv family to the nobles of Udh from which the language of Urdu is fermented is found in this territory. Lukhnov is the apogee of this civilization. Many books have been delineated on the compound of Lukhnov civilization. The following thesis is an effort to bring forth the living incarnation of Lukhnov.

اردو کے آغاز کا جو اکھوا لسانی سطح پر اودھ سے پھوٹا تھا، آخر کار ترقی کی منازل طے کرتا ہوا، وہ لکھنو کی شکل میں ایک ایسی تہذیب کا روپ دھار گیا جسے اردو کی مثالی تہذیب کہا جا سکتا ہے۔

دلی اور لکھنؤ کا تقابل کیا جائے تو مسلمانوں کی آمد سے پہلے تک دہلی کو ہندوستان کی تہذیبی یا لسانی تاریخ میں کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس شہر کا نام بھی نہیں ملتا۔ڈاکٹر انصار اللہ نظر کے مطابق سنسکرت زبان کا قدیم ترین کتبہ جس میں اس شہر کا نام ڈِھلی لکھا ہوا بتایا گیا ہے، غیاث الدین بلبن کے عہد کا ہے۔اس پر سنبت ۱۳۳۷ درج ہے جو ۱۲۸۰ء یعنی ۸۰۔۶۷۹ھ سے مطابق ہے۔(۱)

ہندوستان کا قدیم زرخیز خطہ جہاں دریا بہتے تھے اور ہر قسم کے فواکہات پیدا ہوتے تھے وہ دوآبے کا وہ علاقہ ہے جو اودھ کے نام سے مشہور ہے۔تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ اودھ پہلا شہر ہے جو ہندوستان میں آباد ہوا۔جب سکندر لودھی اودھ میں پہنچا تو اس نے حضرت شیث علیہ السلام (حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے) کی قبر کو پختہ کروا دیا۔مسلمانوں کی آمد سے پہلے اودھ میں یادو خاندان کی حکومت تھی، جس وقت اودھ پر مسلمانوں کے حملے شروع ہوئے تو یادو خاندان نے کوہستانی سلسلوں میں دیو گری کو اپنا مسکن بنا لیا۔اس طرح یادو راجا اپنے ساتھ اودھ کی معاشرت اور زبان اصل صورت میں لے کر جنوب پہنچے تھے۔شمال میں مسلمانوں نے اودھی کو فارسی خط میں لکھنا شروع کر دیا۔رسم الخط کے اثر اور مسلم معاشرے میں پھلنے پھولنے سے اس میں عربی فارسی آوازیں شامل ہونا شروع ہو گئیں۔اس طرح جنوب کی دکنی زبان ہو یا شمال کی ابتدائی اردو دونوں کے خمیر میں اودھی ہے۔

جب انگریزوں کا دلی پر مکمل قبضہ ہو گیا تو اودھ کو پھر وہی تاریخی اہمیت حاصل ہوئی جو یادو خاندان کے زمانے میں تھی۔

لکھنؤ جو کہ اودھ کا دارالحکومت تھا وہ نہ صرف زبان بلکہ تہذیب وتمدن کے حوالے سے بھی ایک اہم حوالہ بن گیا۔

اودھ میں جو حکومت صحیح معنوں میں پوری طرح برسر اقتدار آئی تھی اُس کا سلسلہ نواب سعادت خاں برہان الملک سے

شروع ہو کر واجد علی شاہ پر ختم ہوا تھا۔ یوں یہ دورِ اقتدار ایک سو پچیس برس تک قائم رہا تھا جن میں پہلے تین حکمران یعنی برہان الملک، صفدر جنگ اور شجاع الدولہ فیض آباد ہی کو اپنا دارالحکومت بناتے رہے تھے۔ اُس دور میں مغل سردار لکھنؤ میں فوجی پڑاؤ ڈالا کرتے تھے۔ انھیں میں بعض نے محلے آباد کر لیے تھے جن کے نام سید حسین خاں کا کٹرہ، ابوتراب خاں کا کٹرہ، بزن بیگ کا کٹرہ، محمد علی خاں کا کٹرہ، فدا یار خاں کا کٹرہ اور سرائے معالی خاں تھے۔ واجد علی شاہ کے وقت تک پورا لکھنؤ آباد ہو گیا تھا اور اُس کی بہار شباب تک پہنچ گئی تھی۔

لکھنو کا مرقع مختلف کتابوں میں ملتا ہے، جن میں محمد باقر شمس کی کتاب ''لکھنو کی تہذیب''، عبدالحلیم شرر کی ''گذشتہ لکھنؤ'' اور مرزا جعفر حسین کی ''قدیم لکھنو کی آخری بہار'' اہم ہیں۔ ان کتب کے تناظر میں لکھنو کا مرقع دیکھنے کی کوشش کریں تو ایک نہایت دلفریب اور گراں قدر تصویر بنتی ہے۔ اس تصویر سے پتا چلتا ہے کہ لکھنؤ صرف ایک شہر کا نام نہیں ہے بلکہ ایک تہذیب کا نام ہے۔ اس تہذیب کی تخلیق میں لکھنؤ کے نوابین، روسا و امرا، امیر اور غریب عالم اور جاہل، ہندو اور مسلمان، شاعر اور صوفی، رشی اور سادھو، تاجر اور فقیر، سپاہی اور شہری، مرد اور زن، سب ہی کا بقدر حیثیت و ہمت و جثہ حصہ تھا۔ اس تہذیب نے دنیا کو دو پلی ٹوپیوں ،شربتی انگرکھوں، چوڑی دار پاجاموں، بڑے بڑے ریشمی رومالوں، ململ اور ریشم کے کڑھے ہوئے کرتوں، سلمے ستارے کی رضائیوں، مخمل کے لحافوں اور چاندی کے بکلس دار یا سنہری مقیشی زرد زرد مخملی جوتوں سے روشناس کرایا۔ غذاؤں میں پلاؤ، خاصگی، متنجن، مزعفر، شیر مال، پراٹھے، کباب، قورمہ، ورقی بالائی اور انواع و اقسام کے لذیذ ترین کھانوں کے ذائقے فراہم کیے۔ گفتار و تکلم میں نئے نئے اسلوب نکالے، السلام علیکم کے بجائے آداب، تسلیمات، کورنش، بندگی، مجرا عرض کرنے کا چلن رائج کیا۔ زبان کو جلا دی اور صحتِ زبان پر بھرپور زور دیا۔ حویلیوں کے اندر روشنی، رنگینی، لطافت و نزاکت کی چہل پہل میں لونڈیوں، باندیوں، ماماؤں، اصیلوں، مغلانیوں، اناؤں، دداؤں، کھلائیوں، استانیوں، کہانیاں کہنے والیوں اور بہت سی دوسری خدمت کرنے والی عورتوں کی سرپرستی کی۔ اور باہر محل سرا میں خدمت گاروں، رکاب داروں، فراشوں، سپاہیوں، مصاحبوں، داستان گویوں، منشیوں، ضلعداروں، کارندوں کی پرورش کی۔ سیر و تفریح کے ہنگام پتنگ بازی، مرغ بازی، بٹیر بازی وغیرہ کے میدان گرم کیے۔ معاشرے میں مہذب، تعلیم یافتہ اور اعلا پایے کی طوائفوں کو ایک خاص منزلت عطا کی۔ مذہبی رسومات میں بھی کئی نئی جدتیں پیدا کیں۔ صرف تعزیہ گری میں چھلبداروں کا تعزیہ، سفید تعزیے، پیتل وغیرہ کے تعزیے، چٹائی کے تعزیے، موی ضریحیں، چُپ تعزیے، روئی کا تعزیے، چوڑیوں کا تعزیہ، نوگزا تعزیہ، مٹی کا تعزیہ اور چوبیوں کا بڈھا، کالا تعزیہ وغیرہ جیسی کئی مثالیں ہیں۔ یہ مثالیں صرف ظاہری سطح کی ہیں باطنی سطح پر اس تہذیب نے شرافت و انسانیت، اخوت و محبت، رواداری اور پاسداری، خلق و مروت، اور ایثار و ہمدردی کو پروان پڑھایا۔ مہمان کو دروازے تک رخصت کرنے آنا، پہلے آپ، پہلے آپ کہتے ہوئے گاڑی گزار دینا اس تہذیب کے ادنا نمونے ہیں۔

محمد باقر شمس نے لکھنو کے جغرافیہ، پیداوار، موسم، اہل کمال، عوام اور خاص طور پر لکھنو کی علمی و ادبی کتب کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ اس میں خاص طور پر بیگمات اودھ کی تصانیف کے ساتھ ساتھ، مختلف کتب خانوں کا بھی تذکرہ ہے جن میں کتب خانہ فرنگی محل، کتب خانہ مسیح الدولہ، کتب خانہ مولوی حامد حسین، کتب خانہ ممتاز العلما، کتب خانہ زبدۃ العلما، کتب خانہ ندوۃ العلما، کتب خانہ ادیب، کتب خانہ یونیورسٹی، کتب خانہ امیر الدولہ، کتب خانہ مدرسہ الواعظین، کتب خانہ رفاہ عامہ، کتب خانہ گنگا پرشاد میموریل ہال، کتب خانہ مدرسہ ناظمیہ، کتب خانہ سلطان المدارس، کتب خانہ مدرسہ فرقانیہ، کتب خانہ سید العلما، وغیرہ اہم ہیں۔

مختلف علوم وفنون کے تذکرے میں باقر شمس نے داستان گوئی، حملہ خوانی، موسیقی، طوائفیں، رقاصی، نقال، فن تعمیر، مصوری، خطاطی، فنون لطیفہ صغریٰ، زرگر، حکاک، کسگر، کیسرے، قلعی گر، مسی گر، ملمع ساز، رفو گر، رنگریز وغیرہ کا خصوصی خاکہ پیش کیا ہے۔

خوردونوش کی اشیا میں شیر مال، باقر خوانی، دودھ کی روٹی، کاغذی ٹکیاں، تنکی روٹی، چاول کی روٹی، نان مغزی، پستہ کی روٹی، بادام کی روٹی، پوریاں، برھی پراٹھے، معمولی پلاؤ، یخنی پلاؤ، کوفتہ پلاؤ، مرغ پلاؤ، ماہی پلاؤ، پارچہ پلاؤ، چنبیلی پلاؤ، موتی پلاؤ، سفیدہ، زردہ، مزعفر، متنجن، سویاں، کھیر، ماقوتی، انڈے کی کھیر، مسقط کا حلوہ، جوزی حلوہ سوہن، حلوہ سوہن، انڈے کا حلوہ، قورما، سالن، بادام اور پستہ کا سالن، مچھلی کا قورمہ، شب دیگ، کبابوں میں ریشمی کباب اور طلسمی کباب خاص طور پر اہم ہیں۔(۲)

دوسری اہم کتاب مولوی عبدالحلیم شرر کی گذشتہ لکھنو ہے۔شرر نے اس کتاب کے آغاز میں لکھنو کے سیاسی حالات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔تہذیبی وثقافتی حوالے سے عمارات کی تعمیر میں امام باڑہ حسین آباد، حضرت گنج، لوہے کا پل، اور دیگر تعمیرات کا ذکر کیا ہے۔عوامی اور شاہی تفریح میں میلوں ٹھیلوں اور خاص طور پر قیصر باغ کا ذکر کیا ہے۔شاعری میں، مثنوی، مرثیہ، واسوخت، ہزل، ہرزیہ اور ریختی کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔نثر میں داستان گوئی، پھبتی، ضلع، تک بندی اور خیال کو موضوع سخن بنایا ہے۔علوم میں دینی اور طبی علوم کا تذکرہ کیا ہے۔فنون میں خطاطی، کتابت اور طباعت کا ذکر کیا ہے۔سپہ گری کے فن میں پھنکیتی، رستم خاں، علی مد، پٹا ہلانا، بانک، بنوٹ، کشتی، برچھا، بانا، تیر اندازی، کٹار اور جل بانک کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔درندوں اور چوپایوں کی لڑائی میں، شیر کی لڑائی، چیتے کی لڑائی، تیندوے کی لڑائی، ہاتھی کی لڑائی، اونٹ کی لڑائی، گینڈے کی لڑائی، بارہ سنگھا کی لڑائی، مینڈھے کی لڑائی، طیور کی لڑائیوں میں، مرغ بازی، بٹیر بازی، تیتر بازی، لووں کی لڑائی، گلدام لڑانا، کبوتر بازی، وغیرہ اہم ہیں، اس طرح پتنگ بازی اور موسیقی کا مفصل حال بیان کیا ہے۔موسیقی کے ضمن میں مختلف ساز جیسے بازاری باجے، ڈھول تاشے، نوبت، ترھئی اور قرنا، ڈنکے اور بگل اور انگریزی باجوں، اسی طرح رقص، رقاص، بھانڈ، ڈومنیوں اور طوائفوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔خوردونوش میں جہاں مختلف کاریگروں جیسے باورچی، رکاب دار، وغیرہ کا ذکر کیا ہے وہاں مختلف اشیائے خوردونوش میں شیر مال، باقر خانی، نان جلیبی، پراٹھے، ملیدہ، دودھ کی پوریاں، پلاؤ، مٹھائیاں، بالائی، وغیرہ کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ملبوسات میں نیمہ، جامہ، بالابر، انگرکھا، چپکن، اچکن، شروانی، پگڑی، چوگوشیہ ٹوپی، پنج گوشیہ ٹوپی، دوپلڑی ٹوپی، نکے دار ٹوپی، مندیل، جنرلی ٹوپی، عالم پسند ٹوپی، ترکی ٹوپی، کلاہ پاپاخ (ایرانی ٹوپی)، بابوز کیپ، پگڑی، شملہ، اسی طرح علما کے لباس میں مختلف فرقوں کا فرق جیسے شیعہ اور سنی۔لباس کے دیگر اجزا میں تہمت، دھوتی، پائجاموں کی مختلف قسمیں، جوتوں میں قدیم، چڑھواں جوتا (دلی وال)، سلیم شاہی، خردنوکا، گھتیلا، کفشین، ٹاٹ بافی، عورتوں کے لباس میں چولی، انگیا، ڈھیلے پائنچوں کے پاجامے، تنگ مہری کے پاجامے، کرتی، کلیوں دار پاجامے، شلوکا، ساری، اسی طرح خوشی اور غمی کی تقریبات کے موضوع پر خوب خامہ فرسائی کی ہے۔جن میں چھٹی، بیسویں اور چلے کے نہان، عقیقہ، کھیر چٹائی، دودھ بڑھائی، بسم اللہ، ختنہ، روزہ کشائی، شادی، میت، فاتحہ، وغیرہ اہم ہیں۔مذہبی تقریبات میں عزاداری کی مجلسیں، ذاکر، حدیث خواں، واقعہ خواں، مرثیہ خواں، سوز خواں، تقسیم شیرینی، مجلس کی نشست، مجلسوں کے عام انداز، صحبت، مولد شریف وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔لوازم معاشرت میں حقہ، پان کے لوازم، آرام دان، حسن دان، خاصدان، تھالی، پان رکھنے کی مٹی کی ہانڈیاں، اگالدان، لٹیا، پنکھا، سلفچی، آفتابہ، لوٹا، بیسن

دانی، مٹکی کے برتنوں میں گھڑے، بدھنیاں، آب خورے، صراحیاں، جھجریاں، کھیر کی ہانڈیاں، کھولنے۔ اسی طرح سواریوں میں ہوادار، بوچا، سکھپال، رتھ، بہل، وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳)

تیسری اہم کتاب مرزا جعفر حسین کی ''قدیم لکھنؤ کی آخری بہار'' ہے۔

مرزا جعفر حسین نے اس کتاب کو چودہ ابواب میں تقسیم کیا ہے، پہلے باب میں لکھنؤ کی آبادکاری اور متفرق حالات پر روشنی ڈالی ہے، جس میں ☆ (۱) محلے ☆ (۲) سڑکیں ☆ (۳) گلیاں ☆ (۴) منڈیاں ☆ (۵) بازاریں (۶) چوک (۷) اشیا کی قیمتیں اور ارزانی (۸) عمارات و باغات (۹) ذرائع نقل و حمل وغیرہ شامل ہیں۔

دوسرے باب میں رؤسا اور امرا کی معاشرت کا تذکرہ کیا ہے، اس باب کے اہم موضوعات میں (۱) محل محل سرائیں، ڈیوڑھیاں (۲) وضع قطع، رہن سہن (۳) خانگی زندگی (۴) ملازمین و مقربین (۵) دربار اور بیرونی معاشرت (۶) دستر خوان (۷) وضعداریاں وغیرہ شامل ہیں۔

تیسرے باب میں شرفا اور ان کے طرز زندگی کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے، اس باب کے اہم موضوعات میں (۱) وضع قطع اور طریقے (۲) رہن سہن، طرز گفتگو اور میل ملاپ (۳) لباس و طعام (۴) ذریعۂ معاش (۵) امرا و شرفا کی مشترک خصوصیات وغیرہ شامل ہیں۔

چوتھے باب میں عوام و خواص کے تفریحی مشاغل کا تذکرہ ہے، اس باب کے اہم موضوعات میں (۱) بٹیر بازی (۲) کبوتر بازی (۳) مرغ بازی (۴) پتنگ بازی (۵) میلے اور دیگر تفریحی اجتماعات شامل ہیں۔

پانچویں باب میں طوائف بازی کا ذکر ہے، جس میں زنان خانگی کے مقابل زنان بازای اور ڈیرے دار طوائفوں کا تزکرہ کیا گیا ہے۔

چھٹے باب میں فنون لطیفہ کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے جس میں رقص و موسیقی، مصوری و خطاطی اور شناوری و غوطہ زنی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ساتویں باب میں علمی، ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں کا تذکرہ ہے، اس باب کے اہم موضوعات میں

(۱) فرنگی محل (۲) خاندان اجتہاد (۳) سلطان المدارس (۴) نویستہ (۵) جھوائی ٹولہ (۶) اودھ پنچ اور (۷) مطبع نول کشور شامل ہیں۔

آٹھویں باب میں ادبی و ثقافتی اجتماعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جن میں مشاعرے، صوفیائے کرام کے مزارات اور مجالس مرثیہ خوانی شامل ہیں۔

نواں باب قدیم عزاداری پر ہے۔ اس باب کے اہم موضوعات میں (۱) محرم و چہلم (۲) تعزیے شاہی اور عوامی (۳) جلوس ہائے محرم و چہلم (۴) مجالس و خواندگی (۵) تقسیم تبرک وغیرہ شامل ہیں۔

دسویں باب کا موضوع فن کاریاں اور صنعت کاریاں ہیں، اس باب کے مشمولات یہ ہیں (۱) چکن اور کامدانی (۲) کارچوبی اور سلمے ستارے کا کام (۳) طلائی اور نقرئی زیورات (۴) پیتل اور تانبے کے ظروف (۵) مٹی کے برتن اور کھلونے (۶) دیگر ایجادات اور اختراعات۔

گیارہویں باب میں محلوں کی زندگی کا تذکرہ ہے۔ اس باب کے موضوعات یہ ہیں۔ (۱) خانگی ماحول (۲) انتظام

خانہ داری (۳) رہن سہن (۴) بیگمات کا ذوق وشوق (۵) ملازماؤں کا عملہ (۶) زچہ خانہ (۷) تربیت وتعلیم اطفال۔

بارھواں باب شادی اور غمی کی تقریبات کے موضوع پر ہے،اس باب میں خوشی کی رسموں، شادی کی رسموں، اور غمی کی رسموں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

تیرھویں باب میں پست طبقہ کے عوام کے رہن سہن، طرز زندگی اور مالی حالات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔

چودھواں باب انحطاط وزوال اوراس کے اسباب کے بارے میں ہے۔اس باب کے مشمولات یہ ہیں۔(۱) مغربی تہذیب ایشیائی معاشرت پر غالب آ گئی (۲) سودوزیاں کی کش مکش میں جاگیرداری نظام نے دم توڑ دیا (۳) تعیش بے جا کا یہی انجام ہونا تھا۔اورآخر میں اس کتاب کی تالیف کے بارے میں مصنف کا بیان ہے۔(۴)

اودھ بالخصوص لکھنؤ میں جو معاشرہ معراج کمال تک پہنچا تھا وہ حقیقتاً مقامی ہندو روایات اور ایرانی جاہ وجلال کا ایک حسین وجمیل اور دلفریب انضمام کا ماحصل تھا۔یہ گنگا جمنی یا ہنداسلامی تہذیب کا ایک ایسا مجموعہ تھا جسے ہم اردو تہذیب کے نام سے بھی موسوم کر سکتے ہیں۔اس موضوع پر اگر مزید تحقیق کی جائے تو ایک دلچسپ تہذیبی دستاویز وجود میں آئے گی۔

حوالہ جات

۱۔ محمد انصاراللہ، تاریخ ارتقاء زبان وادب، ابراہیم لودھی کے عہد تک، پہلا حصہ، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، مارچ ۲۰۰۶ء، ص:۱۸

۲۔ محمد باقر شمس، لکھنؤ کی تہذیب، کراچی: دارالسلام پریس، س ن

۳۔ شرر، مولوی عبدالحلیم، گذشتہ لکھنو (ہندوستان میں مشرقی تہذیب کا آخری نمونہ)، مرتبہ: رشید حسن خاں، دہلی: مکتبہ جامعہ، ستمبر ۱۹۷۱ء

۴۔ جعفر حسین، مرزا، قدیم لکھنؤ کی آخری بہار، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۱ء

☆......☆......☆